❁❁❁ تقریر ❁❁❁

”وہ دل کا حلیم ہو گا“

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس اولوالعزم بیٹے کی پیدائش کی خبر دی اُس کی باون علامات کا ذکر ملتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ

”مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم۔“

سامعین! مجھے آج ان علامات میں سے **دل کا حلیم ہو گا** پر کچھ کہنا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو دل کا حلیم ثابت کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حلیم کے معانی بیان کر دئے جائیں۔ حلیم اوّل اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اور حلیم حِلم سے مشتق ہے جس کے لغوی معانی یہ ہوں گے۔ بُردبار، متحمل مزاج، نرم دل، نرم خُو، سلیمُ الطبع اور یوں حِلم ایک اعلیٰ اخلاقی قدر ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے حضرت مصلح موعودؓ کو نصیب ہوا۔

آپؓ کی ہمشیرہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں:

”میرے پیارے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا مقام اور آپؓ کے کام روز روشن کی طرح سب پر ظاہر ہیں...... آپؓ کی صفات میں ایک نہایت پیاری صفت نمایاں دیکھی کہ آپؓ کا دل بہت ہی صاف ہے اتنا صاف دل کہ غصہ، کینہ جس میں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ کسی کی برائی آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ ہمیشہ دوسروں کے لئے خیر کے الفاظ ہی آپؓ کی زبان مبارک سے نکلے اور خیر ہی ہر ایک کی آپؓ نے چاہی۔ **دل کے حلیم آپؓ سچے معنوں میں ہیں۔** بہت تنگ آ کر یا کاموں کے سلسلہ میں آپؓ کو غصہ کے بعد، جس پر غصہ کیا گیا اس سے زیادہ آپؓ کو تکلیف ہوتی رہی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس کے تدارک میں کوشاں رہے۔ کسی صورت میں جب تک نرمی کا اظہار نہ ہو جائے آپ کو خود چین نہ آتا تھا...... جیسے ماں تنگ آ کر اپنے پیارے بچے کو مار کر خود آنسو بہاتی ہے...... نرمی اور رحم۔ وشفقت آپؓ میں اعلیٰ درجہ کا ہمیشہ پایا۔ ایک بار بہت عرصہ کی بات ہے ایک اخبار میں خبر آئی کہ ایک بچی (کوئی تین سال عمر کی) نے اپنے غریب باپ کی جمع پونجی سے نوٹ دو تین سو کے چولہے میں پھینک دیئے اور باپ نے فوری غیظ وغضب کے تحت اس معصوم کی ٹانگیں چیر کر مار ڈالا۔ مجھے یاد ہے اس خبر کو پڑھ کر جو آپؓ کی حالت ہوئی تھی سخت صدمہ تھا۔ ٹہلتے تھے اور کہتے تھے کہ ”غربت کی وجہ سے جو باپ جوش میں ایسا فعل کر بیٹھا اب خود اس کے دل کی کیا حالت ہو گی۔ جب تک زندہ رہا اس بچی کی موت اور اپنے ظالمانہ سلوک کو یاد کر کے تڑپتا ہی رہے گا۔“

جو تکلیف اس وقت آپؓ کو تھی اور آپؓ کا کرب وہ مجھے ہمیشہ یاد آتا ہے۔

(خالد دسمبر 1990ء صفحہ 127-128)

سامعین! صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ آپؓ کی سیرت کے متعلق تحریر فرماتی ہیں:

حضورؓ بے حد عدیم الفرصت ہونے کے اور باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد خدا کے فضل سے بہت زیادہ ہے سب کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھتے۔ آپؓ نہایت ہی شفیق اور رحیم واقع ہوئے ... حضورؓ کی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ بچوں کو ہمیشہ سبق آموز کہانیوں اور لطائف سے محظوظ کرتے ہوئے ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ خود خوش رہتے ہیں اور دوسروں کو خوش رکھتے ہیں لیکن خوشی کی گھڑیوں میں بھی حقیقی مقصد کبھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا.... شادی کے موقعہ پر میری بڑی بہن امۃ القیوم صاحبہ کو قرآن کریم پر یہ تحریر کر دیا۔

”امۃ القیوم! یہ خدا کا کلام ہے۔ مَیں نے سب کچھ اس سے پایا۔ تم بھی سب کچھ اس سے ہی پاؤ۔ میرے اللہ! تیرا یہ کلام میری اس بچی اور اس کی اولاد کے دل میں دائمی طور پر جا گزیں۔ ہو....“

(سوانح فضل عمر جلد نمبر 5 صفحہ 386)

سامعین! تحریک جدید کے آغاز پر حضرت مصلح موعودؓ نے بھائیوں سے صلح کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اس سلسلے میں آپؓ فرماتے ہیں:

”جس وقت مَیں نے جماعت کے لئے یہ حکم تجویز کیا اس وقت سب سے پہلے مَیں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے خدا! میرا دل صاف ہے اور مجھے کسی سے بغض وکینہ یا رنجش نہیں سوائے ان کے جن سے ناراضگی کا تونے حکم دیا ہے لیکن اگر میرے علم کے بغیر کسی شخص کا بغض یا اس کی نفرت میرے دل کے کسی گوشہ میں ہو تو الٰہی! مَیں اسے اپنے دل سے نکالتا ہوں اور تجھ سے معافی اور مدد طلب کرتا ہوں۔ مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ مَیں نے کبھی کسی شخص سے بغض نہیں رکھا بلکہ شدید دشمنوں کے متعلق بھی میرے دل میں کبھی کینہ پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ایک قوم ہے جس کو میں مستثنیٰ کرتا ہوں اور

وہ منافقین کی جماعت ہے۔ مگر منافقین کا قطع کرنا یا انہیں جماعت سے نکالنا یہ میرا کام ہے تمہارا نہیں۔ جس کو میں منافق قرار دوں اس کے متعلق جماعت کا فرض ہے کہ اس سے بچے لیکن جب تک میں کسی کو جماعت سے نہیں نکالتا تمہیں ہر ایک شخص سے صلح اور محبت رکھنی چاہئے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے۔"

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 372)

سامعین! پھر اپنے دل کی بات آپؓ نے یوں بیان فرمایا:

"خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آج تک کسی ایک شخص کا بھی میرے دل میں بغض پیدا نہیں ہوا۔ ہاں ان افعال سے بغض ضرور ہوتا ہے جو سلسلہ احمدیہ اور دینِ اسلام کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ لیکن افعال سے بغض بغض نہیں کہلاتا بلکہ وہ اصلاح کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ ہم چوری کو بے شک بُرا کہتے ہیں لیکن چور سے ہمیں کوئی بغض نہیں ہوتا وہ اگر چوری چھوڑ دے تو ہم ہر وقت اس سے صلح کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ پس اصلاح محبت کے جذبات کے ماتحت کرنی چاہئے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ محض دوسرے کو نقصان پہنچانے کی خواہش میں دوسرے کی شکایت کر دیتے ہیں۔ ان کے مدنظر یہ نہیں ہوتا کہ اس کی اصلاح ہو جائے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اسے نقصان پہنچے۔ ایسے لوگ جب میرے پاس کسی کے متعلق شکایت کرتے ہیں اور میں محبت اور پیار سے اسے سمجھاتا ہوں اور وہ سمجھ جاتا ہے تو شکایت کرنے والے کہنے لگ جاتے ہیں بھلا اصلاح کس طرح ہو ہم نے فلاں کی شکایت خلیفۃ المسیح تک بھی پہنچائی مگر انہوں نے کچھ نہ کیا۔ گویا ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کی شکایت کی جائے اس کے خلاف ضرور کوئی قدم اٹھایا جائے حالانکہ یہ اصلاح کا آخری طریق ہے اس سے پہلے ہمیں محبت اور پیار سے دوسروں کو سمجھانا چاہئے اور اگر وہ سمجھ جائیں تو ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ ہمارے ایک بھائی کی اصلاح ہو گئی۔"

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 240)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے ساری زندگی دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھا اور جب بھی جماعت کے کسی فرد کو تکلیف میں دیکھا اپنے آرام کو ترک کر دیا اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے دعا اور دوا ہر دو ذرائع سے کوشش کی۔

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نے بیان کیا:

"ایک گرم اور حبس والی رات، گیارہ بجے دروازہ کھٹکا، ان دنوں بجلی ابھی ربوہ میں نہیں آئی تھی۔ حضورؓ لالٹین کی روشنی میں صحن میں لیٹے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ حضورؓ نے مجھے کہا کہ دیکھو! کون ہے؟ میں نے دریافت کیا اور آکر حضورؓ سے کہا: "ایک عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند کو حضورؓ نے دوائی دی تھی اس سے بہت افاقہ ہو گیا تھا، مگر اب طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے، دوائی لینے آئی ہوں" آپؓ نے فرمایا: "کمرہ میں جاؤ فلاں الماری کے فلاں خانے سے فلاں دوائی نکال لاؤ" گرمی مجھے بہت محسوس ہوتی ہے اور یہ موسم میرے لئے ہمیشہ ناقابل برداشت رہا ہے۔ اپنی اس کمزوری کی بنا پر میں کہہ بیٹھی: "یہ کوئی وقت ہے، مَیں اسے کہتی ہوں کہ صبح آجائے اندر جا کر تو حبس سے میرا سانس نکل جائے گا۔" اس پر حضورؓ نے بڑے جلال سے فرمایا: "تم اس اعزاز کو جو خدا نے مجھے دیا ہے چھیننا چاہتی ہو؟ ایک غرض مند میرے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آتا ہے، یہ خدا کی دی ہوئی عزت ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے، اسے میں ضائع کر دوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا شکل دکھاؤں گا، میں خود جاتا ہوں"۔ مَیں نے کہا آپ نہ جائیں، گرمی بہت ہے، مَیں چلی جاتی ہوں "حضورؓ نہ مانے اور خود اندر گئے اور دوائی لا کر اسے دی اور ساتھ اُسے ہدایت کی کہ صبح آکر اپنے خاوند کی خیریت کی خبر دے۔"

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 52)

سامعین! آپؓ کی جماعت سے گہری محبت کا کچھ حصہ ہم اوپر سن آئے ہیں۔ اب اِس حوالے سے مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے بیان کردہ دو واقعات سناتا ہوں۔ آپ بیان کرتے ہیں: "آپؓ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپؓ قرآن شریف لئے برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آجاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔"

پھر آپ بیان کرتے ہیں:

"یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو۔ ایک اور بات جس نے مجھ پر نقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا اور اپنی بیوی کے ماموں کرنل سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ہاں عارضی طور پر مقیم تھا جو وہاں سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل تھے تو حضورؓ نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپؓ مجھے ڈرائینگ روم میں لے گئے اور ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو! تم ICS ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپؓ نے فرنیچر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے، رکھنے کے قابل نہیں۔ جس طرح ہر غریب پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے۔ یہی وہ سنت ہے جسے اپنانا چاہئے۔ آپؓ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپؓ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ میری حالت کا اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مَیں نے آپؓ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔"

(ماہنامہ انصار اللہ مئی، جون جولائی صفحہ 754)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کا دستور یہی رہا ہے کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت "صاحب" کا لفظ ضرور استعمال فرماتے۔ چنانچہ بیشتر دفعہ مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال کے لئے جب لفافہ پر نوٹ لکھا تو "چوہدری برکت علی خان صاحب" پورا نام لکھ کر کوئی ہدایت دی اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ "صاحب" کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ فرمایا دیکھیں! میں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پکارا ہے۔ میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہوگا اور مجھے بھلا کتنی دقت ہوئی ہوگی۔ کچھ بھی نہیں۔

(الفضل 16 فروری 1960ء صفحہ 13)

اب مَیں آپ حاضرین کے سامنے مکرم لطیف احمد خان صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے بیان کردہ دو واقعات عنوان کی مناسبت سے بیان کرنا چاہوں گا آپ بیان کرتے ہیں:

"1942ء میں حضورؓ پالم پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک دن حضورؓ کا پروگرام بیج ناتھ ٹرپ کا بنا۔ چونکہ کاروں میں جگہ کم تھی اس لئے حضورؓ نے خاکسار اور مرزا فتح الدین صاحب کو فرمایا کہ آپ بس پر آجائیں ہم وہاں انتظار کریں گے۔ پہلے تو ہمارا ارادہ نہ جانے کا ہوا کیونکہ بس کی آمد کی امید نہ تھی۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی مگر پھر ہم دونوں اس وجہ سے کہ حضورؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانے پر انتظار کریں گے پیدل چل پڑے۔ ڈیڑھ بجے ڈاک بنگلہ میں پہنچے تو حضورؓ کھانا تناول فرما رہے تھے ہمیں دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ انتظار کر کے کھانا شروع کیا ہے۔ اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ ہم نے عرض کیا کہ بس نہیں آئی ہم پیدل آئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت حضورؓ نے پیالوں میں کھانا ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہمیں دیا۔

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 51)

پھر آپ ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

"1941ء کا واقعہ ہے کہ حضورؓ ڈلہوزی میں تھے وہاں سے ایک دن سیر کے لئے دیان کنڈ جو ایک اونچی پہاڑی تھی تشریف لے گئے۔ وہاں چائے کا بھی پروگرام تھا۔ مگر اتنے میں بارش ہونی شروع ہوگئی۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ میں اور خان میر خان صاحب اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلا ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی اور پتھروں کے چولہے پر جھکے پھونکیں مار رہے تھے کہ اتنے میں حضورؓ خود دو چار سوکھی لکڑیاں لئے ہوئے تشریف لے آئے اور ہمارے سروں پر چھتری کر دی۔ ہم نے وہ لکڑیاں رکھ کر آگ جلائی اور جب تک پانی اُبل نہیں گیا حضورؓ چھتری کا سایہ کئے دُھویں میں ہمارے پاس ہی کھڑے رہے۔"

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 52)

اپنی جماعت سے محبت کا ایک اور واقعہ کچھ یوں ہے کہ

"حضورؓ کے کمرہ میں خاندان کے کسی فرد کی خواہش پر قالین بچھوایا گیا۔ اتفاق سے ایک دن کوئی دیہاتی خاتون حضورؓ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں ان کے گردآلود پاؤں سے قالین پر نشان پڑ گئے۔ حضورؓ نے محسوس فرمایا کہ آپ کے اس عزیز (جن کی خواہش پر یہ قالین بچھایا گیا تھا) کے چہرہ پر کچھ ناپسندیدگی کے آثار ہیں۔ اس خاتون کے جانے کے بعد حضورؓ نے وہ قالین اسی وقت وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلوا دیا کہ میں اسے اپنے اور اپنی جماعت کے درمیان حائل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 412-413)

یاد آئے گا تیرا حسن ہمیں تیرا احسان یاد آئے گا
ہر قدم پر تری محبت کا عہد و پیمان یاد آئے گا

سامعین! حضرت منشی اروڑا خان صاحب کی عیادت کے لئے حضورؓ ہسپتال تشریف لے گئے۔ اخبار الفضل اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مع ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب آپ کی کوٹھڑی میں گئے نبض دیکھی گئی چمچے کے ذریعہ دودھ دیا گیا، آنکھیں کھلی تھیں بخار زور کا تھا ہوش بجا نہ تھے، سانس اُکھڑی ہوئی تھی، حضرت خلیفۃ المسیحؓ جمعہ کے بعد سے عصر کے وقت تک کوئی ڈیڑھ گھنٹہ منشی صاحب کے پاس اسی کوٹھڑی میں بیٹھے رہے۔"

(الفضل یکم نومبر 1919ء صفحہ 7)

حضورؓ کی سزا پر بھی مزہ محسوس ہوتا

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے ایک دفعہ بیان کیا۔ ربوہ میں بجلی کی صورتحال ہمیشہ کمزور ہی رہی۔ ایک بار بہت بجلی بند ہوئی تو حضورؓ نے انور صاحب کو سزا دی کہ ان کے گھر کی بجلی کاٹ دی جائے کیونکہ ان کی بجلی سستی ہے اور یہ بجلی کے صحیح ہونے کے لئے واپڈا سے مل کر کوشش نہیں کرتے۔ کہتی ہیں خیر ہمارے گھر کی بجلی کاٹ دی گئی۔ مغرب کا وقت ہوگیا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دروازہ کھٹکا۔ جا کر دیکھا تو ایک کارکن ہاتھ میں مٹی کے تیل کا کنستر اور لالٹین لئے کھڑا تھا کہ حضورؓ نے فرمایا ہے کہ وہ اندھیرے میں بیٹھے ہوں گے۔ یہ چیزیں ان کے گھر پہنچاؤ۔ اسی طرح کوئٹہ میں کسی کارکن سے ناراض ہو کر سزا دی کہ تین دن مسجد میں بیٹھ کر استغفار کرے۔ بعد میں خیال آیا بیچارہ اکیلا بیٹھا کیا کرے گا ساتھ ہی کچھ کتابیں بھی پڑھنے کو بھیج دیں اور کھانا وغیرہ بھی گھر سے جاتا رہا۔ تو کسی نے یونہی نہیں کہا تھا کہ حضورؓ جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے۔

خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے
اور آج ہر پروانۂ احمدیت اس طرح گویا ہے کہ
اب وقت آ گیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناس
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

سامعین! آئیں وہ درد محسوس کریں جو آپ حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں مخلوقِ خدا کے لئے تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"مَیں اپنی طرف سے دنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہوں۔ مَیں انگلستان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ! اور ہندوستان کو دعوت دیتا ہوں کہ جاؤ! اور انگلستان سے صلح کرلو اور مَیں ہندوستان سے صلح کرلو اور مَیں ہندوستان کی ہر قوم کو دعوت دیتا ہوں اور پورے ادب و احترام کے ساتھ دعوت دیتا ہوں بلکہ لجاجت اور خوشامد سے ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ آپس میں صلح کرلو اور مَیں ہر قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک دنیوی تعاون کا تعلق ہے ہم ان کی باہمی صلح اور محبت کے لئے تعاون کرنے کو تیار ہیں اور مَیں دنیا کی ہر قوم کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم کسی کے دشمن نہیں۔ ہم کانگرس کے بھی دشمن نہیں ہم ہندو مہا سبھا والوں کے بھی دشمن نہیں۔ مسلم لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور زمیندارہ لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور خاکساروں کے بھی دشمن نہیں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم تو احراریوں کے بھی دشمن نہیں۔ ہم ہر ایک کے خیر خواہ ہیں اور ہم صرف ان کی ان باتوں کو بُرا مانتے ہیں جو دین میں دخل اندازی کرنے والی ہوتی ہیں۔ ورنہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں اور ہم سب سے کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم خدا تعالیٰ کی اس مخلوق کی خدمت کریں۔ ساری دنیا سیاسیات میں الجھی ہوئی ہے۔ اگر ہم چند لوگ اس سے علیحدہ رہیں اور مذہب کی تبلیغ کا کام کریں تو دنیا کا کیا نقصان ہو جائے گا۔"

(الفضل 17 / جنوری 1945ء)

سامعین! ایک دفعہ آپ سے لاشعوری حالت میں کسی سے سختی ہوگئی۔ آپؓ اِس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میری ساری عمر میں میرا نقطہ نگاہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ میں غیر معمولی جوش دکھاؤں یا غیر معمولی طور پر اپنے آپ کو جوشوں کے حوالے کر دوں۔ ساری عمر میں مجھے ایک واقعہ یاد ہے اور وہ خلافت سے پہلے کا ہے اس میں کچھ میری عمر کا بھی تقاضا تھا مگر بہر حال ساری عمر میں مجھے وہی واقعہ یاد ہے جس کے متعلق اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس وقت میرے فیصلے کا توازن باقی نہیں رہا تھا اور اگر ایک ساعت اور ایک لحظہ کے اندر اندر میری غلطی مجھ پر واضح نہ ہو جاتی تو شاید مجھ سے کوئی ایسی حرکت ہو جاتی جس کے متعلق بعد میں مجھے شرمندگی محسوس ہوتی اور میں خیال کرتا کہ میں نے جلد بازی سے کام لیا۔ اس واقعہ کے علاوہ مجھے اپنی ساری زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا جب میرے ہوش و حواس کھوئے گئے ہوں جبکہ غصہ یا غیرت نے میری عقل کو کمزور کر دیا ہو اور جبکہ میری قوت فیصلہ میں کسی وجہ سے ضعف آگیا ہو بلکہ ہر حالت میں خواہ وہ خطرناک ہو یا معمولی خواہ حکومت سے تعلق رکھنے والی ہو یا رعایا سے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری عقل میرے جذبات پر غالب رہی ہے اور میری دینی سمجھ میرے جوشوں کی راہنمائی کرتی رہی ہے۔"

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 375)

ذاتی و جماعتی مخالفین سے حلیمی کا مظاہرہ

سامعین! انسان کا خاصہ رہا ہے کہ وہ اپنے محبین سے پیار، محبت اور شفقتوں بھرا سلوک روا رکھتا ہے۔ لیکن جونہی اپنی اور اپنے دین کی مخالفت اور ذہنی و جسمانی تکلیفیں دینے والوں کا نام سامنے آجائے تو بڑے سے بڑے انسان کی بدلہ لینے کی رگِ حمیّت جاگ اُٹھتی ہے اور اسلام کی برداشت کرنے کی تعلیم کو پسِ پُشت ڈال کر میدان آ اُترتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو اپنوں سے بھی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور غیروں کی طرف سے بھی دکھ، درد اور تکلیفوں کے انبار لگائے گئے مگر آپؓ اپنے جسمانی و روحانی والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس تعلیم پر سختی سے کاربند رہے۔

گالیاں سن کے دعا دو، پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تو دکھلاؤ! انکسار

اِس ذیلی عنوان کے دو حصوں کی مناسبت سے پہلے اپنوں سے ہمدردی، اخوت اور حلیمی کے چند واقعات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ کے علم میں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دور میں ہی جماعت کے بعض سرکردہ افراد نے یہ شوشہ اُڑا دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین خلیفہ نہیں انجمن ہے اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے بعد جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفہ منتخب ہوگئے تو یہ شوشہ فتنہ بن کے اُبھرا اور یہ سرکردہ لوگ جو انجمن کے بڑے بڑے عہدوں پر براجمان تھے جماعت کا تمام سرمایہ لے کر نہ صرف الگ ہو گئے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ آپ کو بُرا بھلا کہنے لگے اور ذہنی ٹارچر دینا شروع کر دیا۔ مگر جب کبھی بھی اِن میں سے کوئی مشکل میں آیا، بیمار ہوا یا کسی اور بلانے آلیا تو باوجود شدید مخالفت کے آپ کا دل ان مخالفین کی خاطر پسیجا اور فوری مدد کے لئے آن پہنچے۔ آئیں چند واقعات ملاحظہ کریں۔

اہلِ پیغام سے ہمدردی

1932ء میں محترم خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی تقریر میں خواجہ صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے فرمایا

”اگرچہ خواجہ صاحب نے میری بہت مخالفتیں کیں لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے وقت خدمات بھی کی ہیں اس وجہ سے ان کی موت کی خبر سنتے ہی مَیں نے کہہ دیا کہ انہوں نے میری جتنی مخالفت کی وہ مَیں نے سب معاف کی۔ خدا تعالیٰ بھی ان کو معاف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن بندوں کو خدا تعالیٰ کھینچ کر اپنے مامورین کے پاس لاتا ہے ان میں ہو سکتا ہے کہ غلطیاں بھی ہوں لیکن خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں ان خوبیوں کی قدر کرنی چاہئے۔ مَیں سمجھتا ہوں خلافت کا انکار بڑی خطا ہے خدا تعالیٰ نے اسے بڑا گناہ قرار دیا ہے مگر ہمارا جہاں تک تعلق ہے۔ ہمیں معاف کرنا چاہئے خدا تعالیٰ کے نزدیک اگر ایسے شخص کی نیکیاں بڑھی ہوئی ہوں گی۔ تو وہ اس سے بہتر سلوک کرے گا۔“

(الفضل یکم جنوری 1933ء)

پھر اِس حوالے سے آپؓ فرماتے ہیں:

”میں دوستوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ جو مضمون بھی لکھیں نرمی اور محبت سے لکھیں۔ یہ صحیح ہے کہ جہاں کوئی تلخ مضمون آئے گا اس کی کچھ نہ کچھ تلخی تو باقی رہے گی۔ لیکن جہاں تک ہو سکے الفاظ نرم استعمال کرنے چاہئیں...... میں مانتا ہوں کہ پیغامیوں کی طرف سے ہمیشہ سختی کی جاتی ہے۔ اس لئے بعض دوست جواب میں سختی سے کام لیتے ہیں۔ مگر مجھے یہ طریق سخت ناپسند ہے۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ شدید سے شدید دشمن کے متعلق بھی سخت کلامی مجھے پسند نہیں۔ میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے اشد ترین دشمن ہیں۔ مگر میں نے کئی بار دل میں غور کیا ہے۔ ان کے متعلق بھی اپنے دل میں کبھی بغض نہیں پایا اور میں سمجھتا ہوں اگر کسی دشمن کے متعلق دل میں بغض رکھا جائے تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے...... ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اگر کسی نے سزا دینی ہو تو اس نے اگر کسی نے بخشنا ہو تو اس نے میں کیوں اپنے دل میں بغض رکھ کر اسے سیاہ کروں۔ پس دل میں بغض اور کینہ رکھ کر کام نہ کرو بلکہ محبت و اخلاص رکھ کر کرو۔“

(الفضل یکم مئی 1940ء)

دیگر دشمنوں اور مخالفین سے رحم و حلیمی کا سلوک

سامعین! اگست 1924ء میں کابل میں حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے لندن سے جہاں آپؓ ان دنوں مقیم تھے ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”باوجود اس کے لمبے عرصہ ظلم کے میں اپنے دل میں افغان گورنمنٹ اور اس کے حکام کے خلاف جذبات نفرت نہیں پاتا۔ اس کے فعل کو نہایت بُرا سمجھتا ہوں۔ مگر مَیں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں اور وہ میری ہمدردی کی محتاج ہے اگر کوئی شخص یا اشخاص اخلاقی طور پر اس حد تک گر جائیں کہ ان کے دل میں رحم اور شفقت کے طبعی جذبات بھی باقی نہ رہیں۔ تو وہ یقیناً...... ہماری ہمدردی کے زیادہ محتاج ہیں۔ مَیں نے آج تک کسی سے عداوت نہیں کی اور میں اپنے آپ کو اس واقعہ کی بناء پر خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ میرے سچے متبع بھی اس طریق کو اختیار کریں گے...... مَیں جانتا ہوں کہ ظلم نہ ظلم سے مٹتے ہیں اور نہ عداوت سے۔ پس میں نہ ظلم کا مشورہ دوں گا اور نہ عداوت کے جذبات کو اپنے دل میں جگہ دوں گا۔“

(الفضل 25/ اکتوبر 1924ء)

اِسی مناسبت سے ایک اور واقعہ آپ سامعین کے سامنے پیش ہے:

10/ فروری 1925ء کو افغانستان میں قاری نور علی صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کو سنگسار کر دیا گیا۔ ان کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:

”مجھے جس وقت گورنمنٹ کابل کی اس ظالمانہ اور اخلاق سے بعید حرکت کی خبر ملی۔ میں اسی وقت بیت الدعا میں گیا اور دعا کی کہ **الٰہی! تو ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت دے اور ان کی آنکھیں کھول** تا وہ صداقت اور راستی کو شناخت کر کے...... اخلاق کو سیکھیں اور انسانیت سے گری ہوئی حرکات سے وہ باز آ جائیں میرے دل میں بجائے جوش اور غضب کے بار بار اس امر کا خیال آتا تھا کہ ایسی حرکت ان کی حد درجہ کی بیوقوفی ہے۔ امیر اور اس کے ارد گرد بیٹھنے والے گزشتہ تاریخ تو جانتے ہوں گے اور تاریخی حالات اس میں انہوں نے پڑھے ہوں گے اگر اس سے بے خبر ہیں تو کم از کم مسلمان کہلانے کی حیثیت سے وہ قرآن تو پڑھتے ہوں گے اور ان حالات کو بھی پڑھتے ہوں گے کہ ظالموں نے اپنے ظلموں سے صادقوں اور راستبازوں کو ذلیل کرنا چاہا اور صداقت اور راستی کے مٹانے کے لئے سر سے پاؤں تک زور مارا۔ مگر آخر کار مٹائے جانے والے وہی ہوئے جو کہ ظالم تھے۔ انہوں نے اس قرآن میں پڑھا ہو گا کہ ظالموں نے راستبازوں کی جماعتوں کو حقیر اور کمزور سمجھا اور اپنی قوت اور طاقت کے گھمنڈ میں ان کو ہر طرح دکھ دینے کی کوشش کی۔ لیکن خدا نے ان کو یہی جواب دیا کہ تم کیا طاقت رکھتے ہو تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتیں رکھنے والی قومیں گزری ہیں جنہوں نے خدا کے راستبازوں کو نابود کرنا چاہا اور جو صداقت وہ لائے اس کو دنیا سے مٹانا چاہا...... مگر باوجود اس کے وہ راستبازوں کا وجود دنیا سے مٹانہ سکے اور صداقت دنیا میں پھیل کر رہی... اس لئے ان تجربات اور واقعات کی بناء پر اس تقریر کے ذریعہ میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور قوت کے زمانہ میں اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ اخلاق اصل وہی ہیں جو قوت اور طاقت کے وقت ظاہر ہوں۔ ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں اخلاق اتنی قدر نہیں رکھتے جتنی کہ وہ اخلاق قدر رکھتے ہیں جب کہ انسان برسر حکومت ہو۔ اس لئے مَیں آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ ان کو ہماری ان حقیر خدمات کے بدلے میں حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا تو وہ ان ظالموں کے ظلموں کی طرف توجہ نہ کریں جس طرح ہم اب برداشت کر رہے ہیں وہ بھی برداشت سے کام لیں اور وہ اخلاق دکھانے میں ہم سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ہم سے بھی آگے بڑھیں۔“

(الفضل 19/ فروری 1925ء)

پھر فرمایا:

”مَیں ہر گز ہر گز گورنمنٹ کابل یا وہاں کے متعصب ملانوں کے خلاف کینہ نہیں رکھتا۔ مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ خود ان کو اس روحانی اندھے پن سے بچانے کے لئے جس میں وہ مبتلا ہیں۔ ضروری ہے کہ ان کو یہ محسوس کرایا جائے کہ ہر یک شریف انسان ان کے اس فعل کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بہت شدت سے متاثر ہے۔“ (الفضل 19/ فروری 1925ء)

سامعین! اِس کے مقابل پر جب امیر امان اللہ شاہ افغانستان جس کے عہد میں کئی احمدی شہید کئے گئے 1927ء میں ہندوستان کے دورہ پر آیا۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کی طرف سے خیر مقدمی پیغام بھجا گیا۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریر فرمایا:

جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کی طرف سے میں ہز میجسٹی امیر کابل کی خدمت میں ان کے سر زمین ہند میں ورود کے موقع پر نہایت خلوص سے خیر مقدم کہتا ہوں۔ ”ہم ہز میجسٹی کی وفادار احمدی رعایا افغانستان کے ساتھ اس دعا میں متحد ہیں کہ ہز میجسٹی کا سفر یورپ نہایت کامیابی کے ساتھ سر انجام پائے اور آپ اپنی مملکت میں سالماً غانماً واپس تشریف لائیں۔ بہ سر رقتنت مبارک باد بسلامت روی وباز آئی۔“

اس کا ذکر کرتے ہوئے اخبار انقلاب لاہور نے لکھا۔

”ہمیں یہ معلوم کر کے بے انتہا مسرت ہوئی کہ جماعت احمدیہ قادیان کے امام صاحب نے اعلیٰ حضرت شہر یار غازی افغانستان کے ورود ہند پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں خیر مقدم کا محبت آمیز پیغام بھیج کر اپنی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے اور قادیان کے جرائد نے اس پیغام کو نہایت نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔ آج سے کچھ مدت پیشتر دو تین احمدیوں کے رجم پر جماعت احمدیہ اعلیٰ حضرت شہر یار افغانستان کی حکومت کی سخت مخالف ہو گئی تھی اور ان دنوں میں امام جماعت اور جرائد قادیان نے نہایت تلخ لہجے میں حکومتِ افغانستان کے خلاف احتجاج کیا تھا... یہ نہایت قابل تعریف بات ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے اس ہنگامی وجہ اختلاف کو فراموش کر کے مہمان محترم کا خیر مقدم کیا۔ اس طرز عمل کا اثر ایک طرف عام مسلمانان ہند پر بہت اچھا ہو گا۔ دوسری طرف افغانستان میں رہنے والے احمدیوں کے تعلقات اپنے بادشاہ اور اس کی حکومت کے ساتھ زیادہ خوشگوار ہو جائیں گے۔“

(الفضل 23/ دسمبر 1927ء)

سامعین! آئیں! اب ایک ایسا واقعہ سماعت کرتے ہیں جس کو سن کر ہم میں سے ہر ایک ”ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے“ کی صدائیں بلند کرتا دکھائی دے گا۔

قادیان میں جماعت کے ایک معاند ڈاکٹر گوربخش سنگھ جو مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے بیان کرتے ہیں کہ:

”میری بھانجی ایف اے میں تعلیم پاتی تھی اور اس نے فلاسفی کا مضمون لیا ہوا تھا۔ اس مضمون میں وہ کمزور تھی قادیان میں سوائے احمدیہ جماعت کے افراد کے اور کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مکرم عبد السلام صاحب اختر فلاسفی میں ایم اے ہیں۔ میرے ان کے والد ماسٹر علی محمد صاحب بی اے بی ٹی سے اچھے مراسم تھے۔ چنانچہ مَیں ان کے پاس حاضر ہوا اور اپنی بھانجی کے لئے عبد السلام صاحب کو ٹیوشن پڑھانے کی اجازت دینے کی درخواست کی۔ ماسٹر صاحب فرمانے لگے۔ میرا بیٹا عبد السلام واقف زندگی ہے اور اس کے وقت کا ایک ایک منٹ حضرت صاحب کے تحت حکم ہے۔ اگر حضرت صاحب اجازت دے دیں تو وہ بخوشی یہ خدمت بجالا سکتا ہے۔ ان دنوں میں مَیں نے حضرت صاحب اور جماعت کے خلاف کچھ مقدمات کئے ہوئے تھے اور میرے تعلقات حضور کے ساتھ کشیدہ تھے۔ لہٰذا مَیں حضرت صاحب کی خدمت میں مکرم عبد السلام صاحب کو اجازت دینے کے لئے کہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن جب پڑھانے کا کوئی اور انتظام نہ ہو سکا تو مجبوراً مَیں نے حضور کی خدمت میں اپنی غرض کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ حضور نے اس پر بخوشی عبد السلام صاحب کو جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مکرم عبد السلام صاحب کئی ماہ تک میری بھانجی کو پڑھاتے رہے۔ مَیں نے ان کو ٹیوشن فیس دینا چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ مَیں حضرت صاحب کے حکم کے ماتحت بطور ڈیوٹی پڑھا رہا ہوں اس کا معاوضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ نتیجہ نکلنے پر یہ لڑکی بہت اچھے نمبروں میں پاس ہوئی اور مَیں ایک تھال میں مٹھائی اور مبلغ دس روپے لے کر عبد السلام صاحب کے گھر پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ مٹھائی اور روپے نہیں لے سکتا۔ اگر آپ چاہیں تو حضرت صاحب کے پاس لے جائیں۔ مَیں نے وہ مٹھائی حضور کی خدمت میں بھجوائی۔ حضور نے بچی کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ **آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔** مَیں نے جو بچی کی پڑھائی کا انتظام کیا ہے وہ کسی معاوضے کے لئے نہیں تھا۔ حضور نے مٹھائی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ تقسیم کرا دی اور رقم مجھے واپس کر دی۔“

(مجلۃ الجامعہ مصلح موعودؓ نمبر صفحہ 151)

سامعین! ایک دفعہ ایک سخت مخالف غیر از جماعت دوست کسی کام کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ سے ملنے کے لئے ربوہ آئے۔ ان کی حضرت ام ناصرؓ سے قریبی رشتہ داری بھی تھی اس لئے سیدھے وہاں پہنچے اور پیغام بھجوایا کہ مَیں نے حضرت صاحب سے ملنا ہے مجھے وقت لے دیں۔ مگر انہوں نے غیرت کی وجہ سے جواب دیا۔ ”یوں تو آپ میرے خاوند کو گالیاں دیتے ہیں مگر جب کام ہوتا ہے تو سفارش کروانے آجاتے ہیں۔ مَیں نہ صرف یہ کہ پیغام نہ دوں گی بلکہ آپؓ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی۔“ وہ صاحب اِدھر سے مایوس ہو کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری گئے اور وہاں سے کوشش کر کے ملاقات کا وقت لے لیا۔ کچھ دیر بعد حضور حضرت ام ناصرؓ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ انہی صاحب کے لئے اکرام ضیف کے طور پر ایک دو ڈش مزید تیار کر دو۔ وہ کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔

حضرت ام ناصرؓ نے ان کا پیغام اور اپنا جواب بتایا تو حضور نے فرمایا تم نے تو اپنی غیرت کا اظہار کر دیا ہے **مگر اب وہ میرے مہمان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کی بڑی عزت رکھی ہے۔ وہ گالیاں دے کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور مَیں نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چل کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔**

(ماہنامہ خالد فروری 1987ء صفحہ 56)

سامعین! ایک فتنہ کے بانی مبانی "فخر الدین ملتانی" نے اپنی زبان سے، قلم سے حضرتِ محمود اور آپؓ کے اہل بیت کے خلاف انتہائی سب وشتم اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ اس کی اشتعال انگیزی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور اس کا دل حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان اور حضرت مصلح موعودؓ کے لئے بغض وعناد سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی مالی تنگی اور سامان خورونوش سے تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے امداد کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ فخر الدین ملتانی اور اس کے ساتھیوں کے فعل سے احمدیوں اور حضور کے دل زخمی تھے اور اس کا پیدا کردہ فتنہ جاری تھا مگر یہ مجسم حلم وجود، شفقت ورأفت کا پیکر اس کنبے کی زبوں حالی پر درد سے بھر گیا اور ہمدردی خلق کا چشمہ آپ کے دل میں موجزن ہوا اور آپ نے ان کے لئے سامان خورونوش فراہم کرنے کا انتظام کیا جبکہ فخر الدین کے نام نہاد دوست اس کی کوئی بھی مالی مدد نہ کر سکے۔

حضور نے اعلان فرمایا تھا کہ آپ سوائے اپنے رشتہ داروں یا واقفین کے دوسرے احباب جماعت کے نکاحوں کا اعلان کرنے کی فرصت نہ نکال سکیں گے لیکن جب فخر الدین ملتانی کے لڑکے نے کہا کہ اگر اس کی ہمشیرہ کا نکاح خود حضور پڑھانا منظور فرماویں تو تب ہی اس کا رشتہ احمدیوں میں ہو سکتا ہے ورنہ کوئی احمدی اس کا رشتہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا تو آپ نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے فخر الدین کی لڑکی کے نکاح کا اعلان خود فرمایا۔

(مجلۃ الجامعہ مصلح موعودؓ نمبر صفحہ 154)

سامعین! جماعت احمدیہ کے ایک دیرینہ معاند اور ایک بہت بڑے اخبار نویس مولوی ظفر علی خان بیمار ہو کر مری میں صاحب فراش تھے۔ وہ فالج کی بیماری میں مبتلا تھے اور نہایت کسمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کو علم ہوا تو آپؓ برداشت نہ کر سکے اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کو بغرض علاج بھجوایا اور ادویہ کے لئے اپنی جیب خاص سے رقم مرحمت فرمائی۔ اس سلسلہ میں جناب عبد الحکیم صاحب عامر کا بیان ہے کہ:

"ایک سال پیشتر جب آغا صاحب (شورش کاشمیری صاحب مدیر چٹان) سخت علیل تھے قادیانیوں کے روحانی پیشوا (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نے ایک پیغام کے ذریعے آپ کو غیر ملکی دوائیوں کی پیشکش کی...... مولانا ظفر علی خان کی علالت کے دنوں میں جبکہ وہ مری میں مقیم تھے، قادیانیوں کے روحانی پیشوا سے مولانا کو بھی اس قسم کی پیشکش کی گئی تھی۔"

(نوائے وقت 30/ اکتوبر 1975ء)

مصلح بننے کی کوشش کریں

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔" (آمین)

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!

✿✿✿✿